eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

توقیر اشرف
پی ایچ ڈی اردو اسکالر، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور
پروفیسر ڈاکٹر محمد ارشد اویسی
صدر شعبہ اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

CC BY
OPEN ACCESS

Tauqir Ashraf
PhD Urdu Scholar, Lahore Garrison University, Lahore
Professor Dr. Muhammad Arshad Owaisi
Dept. of Urdu, Lahore Garrison University, Lahore

مشتری بائی کے نایاب خطوط: اسلوبیاتی، موضوعاتی اور تنقیدی مطالعہ

RARE LETTERS OF MUSHTARI BAI

ABSTRACT

There are two varying attitudes of epistolary prose penned in Lucknow. The lyrical and hedonistic styles coexist lucidly. In the earlier prose, a familiar tone is often accompanied by complex literary and figurative devices, but after the fall of Oudh, Lucknow's epistolary prose exhibits a rather plain and traditional outlook. Lucknow's *Mushtri Bai*, a renowned poetess, dancer and courtesan, wrote epistolary prose in the same vein. She dedicated her letters to *Abdul Ghafoor Nissakh*, a renowned writer himself. They were published serially from September 1923 to September 1925 in *"Mahnamah Jadu Dhaka"*, a literary journal. These rare letters are a fine specimen of feminine sensibility as well as Lucknow's prose tradition. These letters are important because Delhi's particular *Begumati Zuban* almost present in mainstream creative literature but through these letters, Lucknow's typical feminine vernacular is foregrounded.

KEYWORDS

Epistolary prose, Lucknow, Mushtri Bai, Abdul Ghafoor Nissakh, Mahnama Jadu, stylistic analysis

مشتری بائی کے یہ خطوط جو انہوں نے عبدالغفور نساخ کو تحریر کیے تھے سلسلہ وار ایک غیر معروف ادبی جریدے ماہنامہ "جادو" میں شائع ہوئے۔ "جادو" کے یہ شمارے ستمبر 1923 سے ستمبر 1925 کے دوران میں شائع ہوئے تھے۔ یہ ماہنامہ معروف ادبی مراکز سے دور ڈھاکہ سے "خواجہ محمد عادل" کی زیر ادارت شائع ہوتا تھا۔ مشتری بائی لکھنؤ کی مشہور طوائف تھی، جو عمدہ رقاص اور صاحب دیوان شاعر بھی

تھی۔ جس وقت یہ مکاتیب "جادو" میں شائع ہوئے اس وقت تک اس کا ایک فارسی مجموعہ کلام "خانہ خیال" کے نام سے شائع ہو چکا تھا۔ اس کے مکاتیب کے سلسلے کا پہلا خط ماہنامہ "جادو" کے شمارے ستمبر 1923، جلد 1، نمبر 9 میں شائع ہوا۔ اسی شمارے میں مشتری بائی کا تعارف علامہ رضا علی وحشت نے ایک مختصر مضمون بعنوان "ایک مشہور طوائف کے خطوط" میں پیش کیا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ کریں

"مشتری سیتا پور ضلع خیر آباد کی ایک مشہور رقاصہ تھی مگر ہمیشہ لکھنؤ میں رہی، نام قمرن جان تھا، عرف بی منجھو، علم موسیقی میں گھسیٹ خان اور حیدر علی خان قوال کی شاگرد تھی، ایک صفت یہ تھی کہ گانے میں ہنستی جاتی تھی۔ شاعری کا شوق سن شعور سے تھا۔ آغا علی شمس کی شاگرد تھی۔ شمس دربار اودھ کی وقائع نگار تھے شاعری میں ملک الشعراء قاضی محمد صادق خان اختر کے شاگرد رشید تھے۔ مشتری کا ایک دیوان فارسی موسوم بہ خانہ خیال طبع ہو گیا ہے۔ شعر بہت جلد کہتی تھی جب مہاراجہ مہندر سنگھ بہادر روائ پٹیالہ لکھنؤ میں آئے تو مشتری کو ایک دن محفل میں طلب کیا اس نے بیٹھے بیٹھے سر محفل چند اشعار مہاراجہ کی مدح میں نظم کیے اور اجازت لے کر ان کو پڑھا۔ مہاراجہ بہت محظوظ ہوئے اور ایک ہزار روپیہ انعام میں مرحمت فرمایا آخر میں تائب ہو کر ناچنا گانا چھوڑ دیا تھا اور سید اعجاز حسین صاحب اعجازؔ سے عقد شرعی کر لیا)"1(

مشتری بائی کے مفصل حالات اور نمونہ کلام کو حاصل کرنے کے لیے راقم نے بہت سے کتب خانوں کی خاک چھانی تا کہ قدیم اردو شاعرات کے تذکروں تک رسائی حاصل ہو سکے۔ بہت تلاش بسیار اور کثیر ورق گردانی کے بعد مندرجہ ذیل چار تذکرے میسر آسکے جن میں مشتری بائی کا ذکر اور نمونہ کلام موجود تھا۔

1. حکیم فصیح الدین رنج، بہارستان ناز: تذکرہ شاعرات، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول مارچ 1965، ص 202 تا 205
2. عبد الشکور شیدا، بیاض سخن، حیدر آباد دکن: زندہ طلسمات مشین پریس، 1936، ص: 191
3. ثمینہ فاروقی: مرتب، تذکرہ شاعرات لکھنو (جلد اول)، لکھنؤ: نیو ورک لائن آفسٹ پریس، 2009، ص: 264 تا 267
4. عبد الباری آسی، مولانا، تذکرۃ الخواتین، لکھنؤ، مطبع منشی نول کشور، س ن، ص: 150 تا 152

ان تذکروں کے مطالعے کے بعد ایک بہت ہی دلچسپ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ناقدینِ غالب میں مشتری بائی اور ان کی بہن زہرہ بائی کو اولیت حاصل ہے۔ اس دل چسپ حقیقت کا ذکر ہمیں "غالبیات" پر لکھی گئی کتب میں بھی نہیں ملتا۔ ثمینہ فاروق رقم طراز ہیں

"مشتری بائی فارسی اور اردو زبان و ادبیات پر عبور رکھنے والی دونوں زبانوں کی شاعرہ تھیں۔ ان کا دیوان

فارسی و نثری مجموعہ "خانہ خیال" مطبوعہ ہیں۔ مرزا اسد اللہ خان غالب کی زندگی میں ان کے خلاف ادبی محاذ قائم کرنے والی مشتری و ان کی بہن زہرہ کو ناقدین غالب میں اولیت حاصل ہے۔ ان کے تنقیدی مضامین اس دور کے جرائد میں شائع ہوتے تھے۔)"2(

قمرن جان المعروف مشتری بائی سن شعور سے ہی سخن گوئی اور سخن فہمی کی طرف مائل تھیں اس لیے ان کے تعلقات گرد نواح کے معروف شعراء سے تھے کیونکہ لکھنؤ اس دور میں ایک اہم ترین ادبی مرکز تھا۔ شعر و سخن کے علاوہ مشتری کو فنِ خطاطی اور موسیقی میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ لکھنؤ میں ہی ان کا تعارف خان بہادر ابو محمد عبد الغفور المعروف عبد الغفور نسآخ سے ہوا۔ یہ معلومات ہمیں ایک قدیم تذکرہ شاعرات "تذکرۃ الخواتین" سے حاصل ہوتی ہیں۔

"مشتری لکھنؤ کی ایک نہایت مشہور و معروف شاعرہ شاہد بازاری تھیں۔ جس کا نام قمرن جان ، منجھو عرف تھا۔ اصل وطن خیر آباد ضلع سیتاپور تھا مگر آب و دانہ لکھنؤ لے آیا۔ چوک لکھنؤ میں رہتی تھی۔ موسیقی میں اس کو کمال تھا۔ خوش نویس بھی نہایت اچھی تھی۔ شعر بھی کہتی تھی اور خوب کہتی تھی۔ اردو فارسی دونوں زبانیں جانتی تھی۔ آغا علی شمس کی شاگرد تھی۔ مولوع عبد الغفور صاحب نسآخ جب لکھنؤ آئے تو اس سے ملنے کے بھی گئے تھے)"3(

گمان کیا جاسکتا ہے کہ اور مشتری بائی اور عبد الغفور نسآخ کی یہی ملاقات بعد ازاں "مقام عشق" تک پہنچی ہو گی۔
جو نمونہ کلام مشتری کا مختلف تذکروں میں ملتا ہے اس سے شعر گوئی پر مشتری کی کامل دسترس کا اندازہ ہوتا ہے۔ تخیل کا آہنگ اور ندرتِ فکر و خیال کی ایک لاشعوری رو ہمیں ان کی شاعری میں نظر آتی ہے۔ استعارات اور تشبیہات بھی لاجواب ہیں چند اشعار دیکھیں

ناحق ہے نازِ حسن سے یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں
قاتل کے ہاتھ پاؤں سے سرخی نہ جائے گی
خون شہید ناز ہی رنگِ حنا نہیں)4(
برسا کرتے ہیں جدائی میں تری برسوں سے
ابر دیدہ کبھی ساون کبھی بھادوں ہو کر

گورا رخ بوسے سے نیلا ہوااور غیظ سے سرخ
نسترن بن گیا لالہ کبھی سوسن ہو کر
دسترس پا نہ سکا جب کسی ڈھب سے ھیہات
پہنچا دل ساعد محبوب میں کنگن ہو کر)5(

نساخ نہ صرف بنگال سے تعلق رکھنے والے ایک سول سرونٹ تھے بلکہ "کثیر الجہات اور جامع الکلمات" ادبی شخصیت تھے۔وہ مستند شاعر، تذکرہ نویس اور نقاد تھے۔ مرکزی ادبی دھارے سے دور بنگال میں رہنے کے باعث ان کو وہ شہرت نہ مل سکی جو ان کے معاصر سرسید، غالب، حالی، شبلی، میر انیس، مرزا دبیر، محمد حسین آزاد کے حصے میں آئی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر علی عرفان نقوی رقم طراز ہیں

"حقیقت یہ ہے کہ عبد الغفور نساخ جیسا کثیر الجہات اور کثیر الکمالات فنکار انیسویں صدی میں دور دور تک دکھائی نہیں دیتا۔ یہ بات صرف یونہی نہیں کہی جارہی ہے بلکہ نساخ کے عہد کے حوالے سے کہی جارہی ہے کہ جہاں پورے ہندوستاں میں اردو شعر وادب کے آسمان پر ایک سے بڑھ کر ایک شمس وقمر پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہے تھے۔ مثلاً غالب، محمد حسین آزاد، سرسید، حالی، انیس، دبیر، نذیر احمد اور شبلی کون تھا جو موجود نہیں تھا۔ لیکن ان اکابرین شعر وادب کی موجودگی میں نساخ نے اردو زبان وبیان، تصانیف وتالیفات اور ناقدانہ بصیرت سے اپنی موجودگی کا جس انداز سے مظاہرہ کیا ہے وہ قابلِ تحسین ہے۔)" 6(

یہی صاحب کمال لیکن نسبتاً کم معروف شخصیت مشتری بائی کے مکتوب الیہ تھے۔ یہ مکاتیب رضا علی وحشت تک کیسے پہنچے اس کا احوال بھی وحشت نے "ایک مشہور طوائف کے خطوط" میں لکھا ہے۔ رقم طراز ہیں

"ہمیں چند خطوط مشتری کے دستِ خاص کے لکھے ہوئے مل گئے ہیں جو اس نے نسّاخ کے نام لکھنؤ سے روانہ کیے ہیں یہ مکاتیب نہایت عمدہ خط نستعلیق میں لکھے ہوئے ہیں اور ان کی عبارت نہایت شائستہ و رنگین ہے۔ یہ خطوط نسّاخ مرحوم کے ایک عزیز جمال الدین صاحب کے پاس موجود تھے جن کو محترمی جناب حکیم حبیب الرحمٰن صاحب نے مولوی صاحب موصوف سے حاصل کیا میں نے بایمائے (با ایمائے) محب محترم علی جناب نواب زادہ ابوالفیض محمد عبد العلی صاحب اف۔ آر۔ اس۔ ال۔ ایم اے (اسسٹنٹ سیکریٹری گورنمنٹ آف انڈیا) ناظرین جادو کو ان خطوط سے حظ اٹھانے کا موقع دیتاہوں۔

نسآخ مرحوم نواب زادہ موصوف کے عم بزرگ وار تھے)"7(

مشتری بائی کے یہ مکاتیب لکھنوی نثر کا عمدہ نمونہ ہیں۔ مرصع، مسجع، مقفیٰ، مفرس ادبی نثر کے نمونے دیکھنے ہوں تو ہمیں لکھنؤ کی داستانوی ادب کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ مکتوبات میں تخیل کی کارفرمائی کم ہوتی ہے جب کہ داستانوں میں اول تا آخر تخیل کی کارفرمائی جاری رہتی ہے اس لیے مکاتیب میں داخلی کیفیات کے بیان کے لیے تحریر نسبتاً سادہ اور رواں ہوتی ہے۔ جہاں تک لکھنؤ کی مکتوباتی نثر کا تعلق ہے اس میں ہمیں نثر کے دونوں مزاج یعنی سادہ اور رنگین متوازی چلتے دکھائی دیتے ہیں۔ اولین دور کے لکھنوی مکاتیب میں وہی مرصع سازی دکھائی دیتی ہے جو لکھنؤ کی داستانوں کا طرّہ امتیاز ہے۔ سقوط اودھ کے بعد جب سارا ہندوستان انگریزی راج کے زیر نگیں ہوا تو جہاں دیگر اقدار تبدیل ہوئیں وہیں ادبی رویے بھی بدل گئے اس لیے لکھنؤ کے مکتوباتی ادب میں بیگمات اودھ، امیر مینائی، عبدالحلیم شرر، ہادی رسوا، نظر لکھنوی، نظم طباطبائی، مولوی نورالحسن نیرؔ، شبلیؔ، ہادی عزیز لکھنوی، یاس یگانہ چنگیزی، جلال لکھنوی، نیاز فتح پوری، اثر لکھنوی کے مکاتیب میں ہمیں خارجی ادبی رویوں کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ مکتوباتی ادب میں بھی اسلوب کا تغیر و تبدل دکھائی دیتا ہے۔

مشتری بائی کے مکاتیب میں ہمیں وہی اسلوب دکھائی دیتا ہے جو لکھنؤ کی خاص پہچان ہے۔ اس میں داخلی کیفیات کے اظہار کے لیے جو مرصع اسلوب متشکل ہوا ہے اس میں کہیں شعوری کاوش دکھائی دیتی ہے تو کہیں لاشعوری۔

اسلوبیاتی جائزہ:

1۔ مسجع نثر:

اسلوبیاتی سطح پر دیکھیں تو مشتری بائی کے یہ مکاتیب نثر مسجع کا شاہکار نظر آتے ہیں۔ وہی نثر مسجع جو لکھنوی داستانوں کا طرہ امتیاز ہے جو اس دور کے لکھنؤ میں علم و فضل کی نشانی سمجھا جاتا تھا۔ ان چند مکاتیب میں نثر مسجع کی تینوں صورتوں کی مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ مثالوں سے قبل نثر مسجع اور اس کی اقسام کے بارے میں ڈاکٹر آفتاب احمد آفاقی کی رائے دیکھیں

> "نثر مسجع: ایسی نثر جس کے پہلے فقرے کے تمام الفاظ دوسرے فقرے کے تمام الفاظ کے وزن اور حروف آخر میں موافقت رکھتے ہوں۔ نثر مسجع کو مزید تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ (الف) مسجع متوازی: جس کے فقروں کے دو آخری لفظ وزن اور حروف آخر میں متفق ہوں جیسے وقار اور حصار۔ (ب) مسجع مطرب: فقرے کے کلمات آخر وزن میں مختلف اور حروف آخر میں متفق ہوں جیسے جاؤں اور بجھاؤں ہم وزن نہیں لیکن آخری حرف ایک ہے۔ (ج) مسجع موازنہ: دونوں فقروں کے الفاظ آخر

ہم وزن لیکن حروف آخر مختلف ہوں جیسے اس فقرے میں "روح ایک جوہر لطیف اور کچھ کو بہت عزیز ہے "

لطیف اور عزیز وزن میں ہیں لیکن حروف آخر مختلف ہیں۔)"8(

مشتری بائی کے مکاتیب میں " مسجع نثر" مفرد جملوں میں تو دکھائی دیتی ہی ہے۔ اکثر جگہوں پر یہ اسلوب پورے پورے پیراگراف پر محیط دکھائی دیتا ہے۔ چند مثالیں دیکھیں جن میں یہ اسلوب پورے پورے پیراگراف پر محیط دکھائی دیتا ہے۔ یہ مکاتیب پرانی املاء میں شائع ہوئے ہیں جن میں ایک تو"نون غنہ " کی جگہ بھی"نون" کا استعمال تھا اور "ٹ،ڈ" کی بجائے "ت" اور "د" کے اوپر ایک چھوٹی سی لکیر ڈالی گئی ہے۔ دوسرے بہت سے الفاظ آپس میں جوڑ دیے جاتے تھے۔ مثال کے طور پر "سمجھ لیجئے گا" کو" مجھلیجگا "لکھا گیا ہے اسی طرح "اس کو" کی بجائے "اوسکو" کا استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح اکثر جگہ "نہ" کو بھی لفظ کے ساتھ جوڑ کر لکھا گیا ہے مثلاً "نہ دوں" کو "ندون" اور "نہ کھوتی" کو "نکھوتی" لکھا گیا ہے وغیرہ۔ لیکن راقم نے جدید املاء استعمال کی ہے۔

"ہر چند غزل کی زمیں جوتنے بونے کے لائق نہ تھی اس میں محنت کرنے کی طبعیت شائق نہ تھی۔ مگر حواس خمسہ چار گھڑی میں ارشاد احباب بجالائے زقوم شوم کے چند درخت کرخت اس میں لگائے۔ حسب خواہ پھولے نہ پھلے۔ بھیج دیے بے تکلف برے بھلے)" 379(

"نازک خیالانِ فصاحت آفرین کے انیس، باریک بیان بلاغت گزیں کے جلیس۔ آئینہ زنگ آلود نکتہ دانی کے مصقلہ، احباب پروری واصد قانوازی میں ذی حوصلہ۔ دولت خیر خواہ رہے، اقبال پشت پناہ رہے۔ نمیقہ انیقہ کے ورود مسعود نے دیدہ حرماں دیدہ کا نور بڑھایا۔ نگرانی وانتظارِ نابکار کا رنج والم گھٹایا)"9(

"ارکان اربعہ کمال کے رکن اولیں، مکان مرتفع اجلال کے ستونِ متیں، عروسانِ لاابالی کے شیفتہ، ہجیلگا مانِ نیک خصالی کے فریفتہ۔ گلوئے صفوت کے ہار فتوت کی بہار۔ مزاج الشائقین، مصباح العاشقین۔ شمع اقبال روشن رہے، اندھیرا رونق دیدہ دشمن رہے۔ پہلے مجرا قبول ہو میرا، تاکہ مطلب حصول ہو میرا۔ مدت دراز تک عجیب وغریب حالت رہی، پہلوئے راست میں درد ریح کی ایسی شدت رہی، کہ تمام اعضائے بدنی معطل تھے، ہوش وحواس بالکل مختل تھے۔ آب ودانہ معمولی سے ناآشنائی

۔ مصاحب غم خوار دوائی ٹھنڈائی، خواب وخیال تھا کروٹ بدلنا محال تھا۔ زبان بیان کے واسطے ترستی تھی، خاموشی گویائی پر ہنستی تھی)"10(

"ایک آدمی نہایت معتبر آپ کے واسطے بہم پہنچایا ہے۔ بلا مبالغہ شاعری بعد مدت قسمتوں سے میسر آیا ہے۔ ہر ایک امر میں اس کو سلیقہ کلی حاصل ہے سچ تو یہ ہے کہ خانہ داروں کے داروغگی کے قابل ہے۔ فی الحقیت خدمت گار نہیں۔ مگر کسی کام میں اس کو انکار نہیں۔ آقا و محسن کا خیر خواہ، انتظام وانصرام کی پشت پناہ۔ اگر میرے یہاں جگہ خالی ہوتی تو اس کو کبھی اپنے ہاتھ سے نہ کھوتی۔ مگر خیر آپ کے پاس ہے تو بعینہ میرے پاس ہے۔ اعتماد میں مجھ سے زیادہ نہ مانیے گا تو کسی طرح کم بھی نہ جانیے گا)" 11(

درج بالا مثالیں جو پورے پورے پیرا گراف پر محیط ہیں ان کے علاوہ ان مکاتیب میں بہت سے مفرد جملے بھی ہیں جن میں مسجع نثر کا استعمال کیا گیا ہے گویا نثر میں شاعری کی گئی ہے۔ بعض جملے تو ایسے رواں ہیں کہ ان پر باقاعدہ شعر کا گمان ہوتا ہے۔ چند مثالیں دیکھیں۔ قوسین میں شمارہ، جلد نمبر اور ص نمبر دیا گیا ہے۔

1. زیادہ بہر حال خیریت ہے، مطلوب آپ کی عافیت ہے (جلد 1، شمارہ 9، ستمبر 1923، ص:13)
2. زیادہ طول ہے، لکھنا فضول ہے (جلد 1، شمارہ 9، ستمبر 1923، ص:14)
3. یہاں تک کہ کاغذ سیاہ ہوا تھا، دست و قلم کا حال تباہ ہوا تھا (جلد 2، شمارہ 3، مارچ 1924، ص:25)
4. مفت کی بدگمانیاں ہیں، سب سنی سنائی کہانیاں ہیں (جلد 2، شمارہ 3، مارچ 1924، ص:25)
5. معلوم ہوا کہ کار سرکار کا ہجوم ہو گیا کسی طرح کی بدمزگی سے مزاج ہاج مغموم ہو گا (جلد 2، شمارہ 5، مئی 1924، ص:20)
6. اپنی طبعیت ورخصت کا ماجرا تحریر فرمایئے، فکر و تشویش کے ہاتھوں سے مجھ کو چھڑایئے (جلد 2، شمارہ 5، مئی 1924، ص:20)

7. درد پیر قابل تعزیر کا اثر باقی ہے، نصیب دشمناں زیادہ ہونے کا ڈر باقی ہے (جلد 2، شمارہ 6، جون 1924 ص: 22)
8. صحت و عافیت ہمیشہ ہم راہ رکاب رہے، دولت و اقبال کے کوکب میں آب و تاب رہے (جلد 2، شمارہ 6، جون 1924 ص: 22)
9. والا مناقب عالی جاہ، محبت و عشق کے پشت پناہ (جلد 2 شمارہ 7، جولائی 1924 ص: 24)
10. کم مشقی پر بھی مضامین آفرینی نہیں جاتی، چشم بد دور سادگی میں بھی رنگینی نہیں جاتی (جلد 2، شمارہ 12، دسمبر 1924، ص:17)

11. تنخواہ کا خیال مطلق نہ کیجیے گا جس طرح چاہے سمجھ لیجیے گا (جلد 3، شمارہ 6، جون 1925، ص: 24)

مشتری بائی کے مکاتیب لکھنوی اسلوب کا دل کش اظہاریہ ہیں جس میں زر نگاری، آرائش، نقاشی اور گل تراشی اُس دور کے مزاج کے عین مطابق متشکل ہوئی ہے۔

2۔ مرکب عطفی کا استعمال:

مرکب عطفی کا استعمال اور ایک ہی نثر پارے میں تسلسل کے ساتھ تکرار لکھنوی کی مخصوص داستانوں اور ڈراموں کے اسلوب کی تشکیل کا بنیادی عنصر ہے۔ یہی اسلوبیاتی وسیلہ مشتری بائی کے مکاتیب میں "مسجع نثر" کی طرح مفرد جملوں سے لے کر پورے پورے پیراگراف تک پھیلا ہوا ہے۔ کہیں مکتوب کے شروع میں القاب و آداب "مرکب عطفی" سے مزین ہیں تو کہیں متن میں پورے پیراگراف میں بات مرکب عطفی کے ذریعے آگے بڑھتی دکھائی دیتی ہے جس سے اسلوب میں ایک منفرد آہنگ دکھائی دیتا ہے اگرچہ بعض مقامات پر فارسی الفاظ سے مرکب بنانے کے باعث مفہوم میں غرابت داخل ہو گئی ہے اور ابلاغ کی تفہیم کے مسائل سامنے آتے ہیں لیکن ان مکاتیب کے متن کو اُس دور کے لحاظ سے پرکھنا ضروری ہے جب یہ تحریر کیے گئے اور اس دور میں ایسی تحریریں علم و فضل کی شان سمجھی جاتی تھیں۔ پورے پیراگراف پر محیط مرکب عطفی کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں

1. "چہرۂ بلاغت و فصاحت کے غازہ، رخسارۂ لذاعت کے رنگ و روغن تازہ، بُرج تلطف و احسان کے بدر منیر، درج تعطف و اطمینان کے گوہر بے نظیر، فتوت کے قلزم، اللہ معظم، مجالست و مکالمت کے اشتیاق مالا یطاق کی داستان طوالت نشان کو سستی طبعیت سے اس وقت نہیں کہہ سکتی ہوں۔)"12(
2. "زہرہ نے حد سے زیادہ ترسان و لوزان ہو کر عذر صادق و راست کیا کہ دو برس سے شعر و شاعری کا شغل میں نے ترک کیا ہے بلکہ نوشت و خواند کی جانب سے بھی رخ پھیر لیا ہے)"13(
3. "اپنا قصہ پر غصہ گو کہ بے حد و پایاں ہے مگر کچھ سناؤں کیوں صاحب! شرطِ عنایت و فتوت یہی ہے کہ ایک تو اپنا احوال رقم نہ فرمائے اور جو کچھ خط و کتابت کے ذریعے مزاج اقدس پوچھے تو اس کا جواب نہ بھجوائے اور جو کبھی کبھی رحم و مروت کے تقاضے سے جواب بجھوایا تو طرف ثانی بے گناہ کو الٹا دام الزام میں پھنسایا)"14(

4. "جو شخص دیدہ ودانستہ دریا کا سفر اختیار کرنے پر مستعد ہوتا ہے وہ اپنے خون میں عمداً اپنا ہاتھ دھوتا ہے لیکن قضاوقدر ہمیشہ آپ کے ناصرو ناظر رہیں اور حضرت الیاس بیو سواس ناظر و ناصر رہیں کسی طرح کی مصیبت واذیت روبرو نہ آئے گی، آئی ہوئی آفت وبلا بھی رد ہو جائے گی، تبدیل آب وہوا کے واسطے۔۔۔)"15(

5. "تمنائے ملاقات کی داستان بے حد و بے پایاں آج نہیں سناتی ہوں، اپنے سہو ونسیاں کی معذرت بحیلہ وجحت تحریر و تقریر میں لاتی ہوں رقیمہ الطاف و صحیفہ اعطاف نے تماشائے صدور دکھایا نہایت مسرت و فرحت سے حرف بحرف پڑھ کر آنکھوں سے لگایا)"16(

پیراگراف کے علاوہ ان مکاتیب میں ایسے مفرد جملے بھی ہیں جن میں "مرکب عطفی" کا استعمال نہایت خوبی سے اور بر محل کیا گیا ہے کہیں کہیں البتہ محسوس ہوتا ہے کہ ان مرکبات عطفی کو شعوری کاوش سے داخل کیا گیا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ کریں

1. محبت ومروت کی جان، الفت ومودت کے ایمان انجمن خردوذکات کی شمع تجلی بار، چمن شہامت ودلیری کے گُل ہمیشہ بہار (جلد 1، شمارہ9، ستمبر 1923، ص:14)
2. نامۂ عطوفت آمود نے چشم منتظر کو منور کیا دل یاس وحرماں دیدہ کو تحفہ مسرت وشادمانی دیا (ایضاً)
3. کس کے ذریعے اور وسیلے سے تمنائے روحانی و آرزوی روحانی کو زینت اظہار دوں۔ (جلد2، شمارہ2، فروری 1924، ص:25)
4. مصلحت وقت بھی یہی ہے کہ مطالب واجب التحریر و مآرب لازم التقریر کو زبان کج مج بیان سے کہوں (ایضاً)
5. اس کے بعد بخار نے دل شکن وجاں گسل تکلیف دی (جلد2، شمارہ3، مارچ 1924، ص:26)
6. اب تمام جسم کے جوڑوں میں درد وورم کامل ہے (ایضاً)
7. فرط عنایت ونوازش سے اس سوال ناچیز کو رد نہ کیجیے (جلد2، شمارہ5، مئی 1924، ص:20)
8. اپنی طبعیت ورخصت کا ماجرا تحریر فرمایئے، فکر وتشویس کے ہاتھوں سے مجھ کو چھڑایئے (ایضاً)
9. ان کی فصاحت وبلاغت، سلاست ومتانت کی مدح میں میرا ناطقہ معذور ہے (جلد2، شمارہ5، جون 1924، ص:22)
10. صبح وشام، شب وروز، بلکہ ہر لحظہ ولمحہ اس کا ذکر ہے (جلد2، شمارہ7، جولائی 1924، ص: 25)
11. شفقت واخلاق کے موجد، احسان وامتنان کے موکد اقبال واجلال کے ساتھ دینا میں رہو (جلد3، شمارہ1، جنوری 1925، ص: 27)

مشتری بائی نے جو مرکبات استعمال کیے ہیں ان میں سے زیادہ تر ایسے ہیں جس کے دونوں اجزاء مترادف (Synonyms) ہیں۔ایسے مرکبات کو ترادفی مرکبات کہتے ہیں۔ عطفی مرکبات کے تناظر میں مشتری بائی کے اسلوب کی یہی اہم خوبی ہے کہ انہوں نے بیشتر مرکبات ایسے استعمال کیے ہیں جن میں ہم معنی یا قریب المعنی الفاظ کو استعمال کیا ہے۔اس قسم کے مرکبات کا پہلا یا دوسرا لفظ خذف بھی کر دیا جائے تو جملے کی نحوی ساخت متاثر نہیں ہوتی نہ ہی معنوی لحاظ سے کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے لیکن بات کی اثر آفرینی بہر حال کم ہو جاتی ہے۔راقم کے خیال میں مندرجہ بالا امثلہ کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اسلوبیاتی وسائل (Stylistic Tools) جو کسی بھی صنف ادب چاہے افسانوی ہو یا غیر افسانوی، میں جہانِ معنی پیدا کرنے میں مدو معاون ہوتے ہیں ان میں "مرکب عطفی" بھی شامل ہے۔اس کے استعمال سے تحریر میں تنوع اور مفاہیم کی تشریح اور توضیح میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔اس کے استعمال سے لہجے میں تاکید اور زور پیدا ہوتا ہے۔ تحریر میں اس کا استعمال، صرفی و نحوی، صوتی اور معنیاتی تینوں سطحوں کو متاثر کرتا ہے۔

3۔ مشکل اور مفرس تراکیب کا کثرت سے استعمال:

لکھنؤی دبستان میں تحریر کی ادبیت اسی صورت مستند سمجھی جاتی تھی جب اس میں مشکل اور مفرس (فارسی زدہ) تراکیب کا کثرت سے استعمال کیا جاتا۔اس حوالے سے یہ بات دل چسپ ہے کہ نثر میں ایسی تراکیب کا استعمال شاعری کی نسبت زیادہ ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ شاعری میں غزل کو لکھنؤ کے شعرا نے مشکل تراکیب سے پاک رکھا البتہ مثنوی میں کسی حد تک مفرس تراکیب دیکھی جاسکتی ہیں۔بالکل یہی صورت حال مشتری بائی کے ہاں بھی دکھائی دیتی ہے۔گذشتہ سطور میں مشتری کے چند اشعار پیش کیے گئے ہیں وہ اسلوب کے لحاظ سے بہت رواں اور شستہ ہیں۔جب کہ مکاتیب میں جب مشتری کا قلم چلتا ہے تو مفرس تراکیب میں اظہار خیال کے لیے ایسی ایسی تراکیب سامنے آتی ہیں کہ بعض اوقات مفہوم اور ابلاغ الفاظ کی آرائش اور نقاشی میں کہیں گم ہو جاتے ہیں البتہ کچھ جگہوں پر یہ تراکیب نہ صرف عمدہ ہیں بلکہ برجستہ اور بر محل بھی معلوم ہوتی ہیں۔چند مثالوں سے یہ بات واضح ہو جائے گی

1. "بے اختیار دل چاہا کہ اشتیاق روز افزوں تحریر میں لاؤں اور شوق بے پایاں سے کاغذ بے گناہ کا روئے سفید، سیاہ کروں۔جب ناتمام رہنے کا خیال آیا اس کو چھوڑ کر مطلب نویسی کا راستہ لیا۔نامۂ عطرت آمود نے چشم منتظر کو منور کیا دلِ یاس و حرماں دیدہ کو تحفۂ مسرت و شادمانی دیا)" 17(
2. "اگرچہ طائر قلم ہر جگہ اپنی بلند پروازی و عالی ہمتی کے جوہر دکھاتا ہے لیکن شوق نویسی کے کنگرہ مرتفع تک جاتے ہوئے آدھی راہ میں تھک کر رہ جاتا ہے پھر کس کے ذریعے اور وسیلے سے تمنائے روحانی و آرزوی روحانی کو زینت اظہار دوں۔ مصلحت وقت بھی

یہی ہے کہ مطالب واجب التحریر و مآرب لازم التقریر کو زبان کج مج بیان سے کہوں اور وہ یہ ہے کہ مکتوب تفقد اسلوب کا نزول ہوا دل متردد کو سرور لا محصور حصول ہوا)" 18(

3. نامہ محبت طراز صادر ہوا خط نہیں ہمارے واسطے طمانیت کا دستور العمل تھا۔ وللہ و کفی باللہ شھیدا کہ ہم کو ایسا تسلی نامہ کسی شہر سے نہیں آیا اس کے مضمون تاثیر مشحون سے صبر قرار اس درجہ حاصل ہوا کہ شرح اس کی طالب طوالت ہے اس حادثہ لادوا میں شریک نہ ہونے کی معذرت عبث لکھی ہم کو خود معلوم ہے تم معذور و مجبور ہو)"19(

4. آسمانِ معقول و منقول کے نیر اوج فروغ و اصول کے سعد اکبر، ایران صناعت کے مسند آرا، کوچۂ براعت کے رہنما، صفات دینی و دنیوی میں طاق، کمالات صوری کے مشاق، بلیغان دہلی کے مطلوب، فصیحان لکھنؤ کے مرغوب، شاہد نیک نامی کے کے شیفتہ، فریدۂ جحجستہ سرانجامی کے فریفتہ دانایانِ علم و فضل و کمال کی مقتدا، شہر سوارانِ معرکۂ انتخابِ سخن کے پیشوا، خوشگو نیک خو۔۔۔ آج بے اختیار جی چاہا کہ شاہد اشتیاق کو زیور تحریر اور لباسِ تسطیر حسب دل خواہ پہناؤں اور نہایت احتیاط و حفاظت سے محمل رنگیں قرطاس میں سوار کر کے فوراً بھجواؤں مگر طبع ناچاق و بدمزہ یک بیک روبرو آئی)" 20(

لکھنوی نثر خصوصاً داستان میں جو "فارسی کا تتبع" ایک علمی و ادبی فضیلت کے طور پر جانا جاتا تھا، اس کا مکمل عکس مشتری بائی کے ان مکاتیب میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ جس کی چند مثالیں درج بالا اقتباسات میں دی گئی ہیں۔

4۔ اشعار کا استعمال:

مشتری بائی نہ صرف یہ کہ فارسی کی صاحب دیوان شاعرہ تھیں بلکہ مختلف "تذکروں" میں ان کا جو اردو کلام ملتا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مشتری بائی اردو کی بھی ایک عمدہ شاعرہ تھیں۔ ان کی شاعری ان کے مکاتیب کے برعکس رواں اور شستہ اسلوب کی حامل ہے۔

مشتری بائی نے اپنے مکاتیب میں اشعار کا بھی برمحل استعمال کیا ہے کہیں اردو تو کہیں فارسی شعر لکھے گئے ہیں قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مشتری نے بعض مکاتیب میں اپنے شعر نقل کیے ہیں۔ ان اشعار کے ماخذات کی تلاش اور تحقیق کے دوران میں راقم کچھ دلچسپ اور حیرت انگیز نتائج تک پہنچا مثلاً ستمبر 1923 کے شمارے میں جو خط شائع ہوا ہے اس میں مشتری بائی نے ایک شعر لکھا ہے۔

وہ بھی دن کوئی یا خدا ہو گا　　میرا اور اس کا سامنا ہو گا

اب جگر مراد آبادی کی ایک غزل کا حمد یہ شعر ملاحظہ کریں

جہنم ہو کہ جنت جو بھی فیصلہ ہو گا　　یہ کیا کم ہے ہمارا اور ان کا سامنا ہو گا

دلچسپ امر یہ ہے کہ جگر مراد آبادی کا سن پیدائش 1890 ہے اور گمان یہ ہے کہ مذکورہ خط اس سے کہیں پہلے کا تحریر کردہ ہے کیونکہ اس خط کے مکتوب الیہ نسآخ کا وصال 14 جون 1889 کو ہوا تھا اور یقینی طور پر یہ خط 1889 سے کہیں پہلے کا ہو گا۔ مذکورہ خط پہلی مرتبہ 1923 کو منظر عام پر آیا لہذا قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جگر مراد آبادی کی نظروں سے یہ شمارہ گزرا ہو اور یہ شعر ان کی لاشعور میں رہ گیا ہو جو بعد ازاں معمولی تبدیلی کے ساتھ وارد ہوا ہو۔

اسی طرح مارچ 1924 کے شمارے میں جو مکتوب شائع ہوا ہے اس میں ایک شعر مشتری بائی نے لکھا ہے جو کچھ یوں ہے

میں تو مرتا ہوں ماجرا یہ ہے وہ نمک پاش ہے مزہ یہ ہے

جب کہ میر تقی میرؔ کا ایک شعر کچھ یوں ہے

ہم ہیں مجروح ماجرا ہے یہ وہ نمک چھڑکتے ہیں مزہ ہے یہ (21)

مشتری بائی جیسا کہ مکاتیب سے بھی معلوم ہوا کہ مطالعے کا شوق رکھتی تھی اس لیے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مشتری نے یہ شعر میر تقی میرؔ کے مذکورہ شعر سے ہی اخذ کیا ہے۔

محولہ بالا دو اشعار کے علاوہ بھی مشتری بائی نے اپنی مکاتیب میں اردو کے اشعار کا استعمال کیا ہے۔ مشتری نے اردو کی نسبت فارسی اشعار کا زیادہ استعمال کیا ہے یہ ایک فطری امر بھی ہو سکتا ہے کیونکہ ان کا ایک فارسی مجموعہ کلام "خانۂ دل" کے نام سے اس وقت تک منظر عام پر آچکا تھا۔ مکاتیب میں شامل چند فارسی اشعار ملاحظہ کریں

ز فرقت تر چگویم کہ حالِ من چونست جگر پر آب و دلم داغ و چشم پر خون است

یا در دل چو مقیم ست چہ ہجراں چہ وصال طالب وصل بدان غایت کوتاہ نظر ست

مرحبا طرزِ خوش بیانی را جندا شور نکتہ دانی را

بر بساط سخنوری نامی در بیان ہم پیالہ با جامی

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ مکاتیب لکھنوی طرز تحریر کا ایک کامل نمونہ ہیں۔ ان میں اندرونی قوافی بھی ہیں اور نثر مسجع بھی۔ کہیں کہیں البتہ لہجہ شستہ اور رواں بھی دکھائی دیتا ہے ۔

موضوعاتی وتنقیدی مطالعہ:

ماہنامہ "جادو:ڈھاکہ" میں شائع ہونے والے کل تیرہ مکاتیب ہیں اور کم و بیش تمام مکاتیب میں ہجر و وصال ہی بنیادی موضوع کے طور پر سامنے آتا ہے اور لکھنؤ کی مخصوص ڈکشن اور اسلوب کے باعث ہجر کے بیانیے میں داخلی کیفیات کو الفاظ کی ملمع سازی میں ملفوف کر دیا گیا ہے۔ جس کے باعث تمام تر توجہ بجائے داخلی کیفیات کی طرف ہونے کے طرز ادا کی طرف ہو جاتی ہے۔ اس بنیادی موضوع کے علاوہ ان مکاتیب میں مشتری بائی کے حوالے سے کچھ معلومات بھی ملتی ہیں جو کسی تذکرے میں دستیاب نہیں مثلاً یہ کہ مشتری بائی کی پڑھائی لکھائی اور دیگر اخراجات مشتری کی والدہ سے مراسم رکھنے والے کسی "منشی صاحب" نے اپنے ذمے لے رکھے تھے اور مشتری کی والدہ کے خاطر انہوں نے اپنے خاندان والوں کی مخالفت بھی مول لیے رکھی۔ مشتری نے اپنی والدہ کے انتقال پر جو خط لکھا اس میں یہ ساری حقیقت سامنے آتی ہے۔ ایک مکتوب میں مشتری والدہ کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

> "بڑا رنج و غم یہ ہے کہ جناب منشی صاحب قبلہ و کعبہ کو اس مرحومہ وضع دار سے جس قدر الفت تھی اس کا پایاں نہیں۔ ان کا عیش و آرام معدوم ہو گیا مغفورہ کی خاطر سے ہم کو پڑھایا لکھایا، آٹھ سات برس میں ایک روپیہ بھی صراحتہً و حیلتہً نہ مانگا۔ ہماری بہتری کے واسطے اپنے خاندان کے نام و نشان، عزم و شان پر نظر نہ کی۔ خدا اور رسول کی قسم سو سو روپے کی نوکری کے پیغام شاہزادوں نے ان کو بھیجے انہوں نے انکار کیا)"22(

اسی خط کے آخر میں والدہ کا ایک قطعہ وفات بھی تحریر کیا گیا ہے اس قطعہ سے جو سن وفات نکلتا ہے وہ 1485 ہجری لکھا ہوا ہے لیکن یہ کتابت کی غلطی ہے کیونکہ اس کے مطابق تو عیسوی سن 2062 بنتا ہے گمان ہے کہ یہ 1285 ہجری ہو گا جس کا عیسوی سن 1868 بنتا ہے۔ 1285 ہجری والا گمان یوں بھی پختہ ہوتا ہے کہ اسی خط میں ایک جملہ لکھا ہے "میری دلی دعا ہے اسسٹنٹ کمشنر ہو" اور 1868 کے آس پاس نساخ ڈپٹی کلکٹر و ڈپٹی مجسٹریٹ کے عہدے پر کام کر رہے تھے جیسا کہ ڈاکٹر صدر الحق صاحب کی تصنیف "نساخ (حیات و تصانیف) میں مذکور ہے "18 ستمبر 1860 کو نساخ ڈپٹی مجسٹریٹی و ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ جلیلہ پر مقرر ہوئے۔)23(

اس تناظر میں مکتوب مذکورہ میں دیا گیا جملہ "میری دلی دعا سے اسسٹنٹ کمشنر ہو" برمحل معلوم ہوتا ہے اور قیاس کیا جاسکتا ہے کہ سن وفات 1285 ہجری ہی نکالا گیا ہے اور 1485 سہو کاتب ہے۔

مشتری غالباً مکاتیب کے علاوہ بھی نثر میں کچھ تخلیق کرتی تھیں۔ ان کے کچھ تنقیدی مضامین اس دور کے جرائد میں شائع ہوتے تھے (24) ایک موقع پر ان کا یہ سارا تخلیقی سرمایہ چوری ہوگیا۔ اس بات کی اطلاع انہوں نے نساخ کو ایک مکتوب میں دی ہے۔ یہ بات دلچسپ ہے کہ مشتری بائی نظم کے علاوہ نثری ادب میں بھی دسترس رکھتی تھیں کیونکہ اس دور کی خواتین شعراء کا تو کافی تذکروں میں ذکر ہے لیکن نثر لکھنے والی خواتین کا کہیں ذکر نہیں۔ اب یہ نثری مسودات کیا تھے اس بارے میں سراغ نہیں ملتا مکتوب کا اقتباس دیکھیں۔

> "ان روزوں میں آسمان نے عجب صدمہ ورنج دیا خدا جانے کج رفتار نے کب بدلہ لیا کہ نثر کے مسودات کا جزدان چوری ہوگیا۔ ہر چند ڈھونڈا اور تلاش کیا مگر نہ ملا دس برس کی محنت برباد ہوئی ناچار یہ صلاح مشورہ تجویز کی کہ جن شفیقانِ دور و نزدیک کے پاس میرا مزحرف تھا سب سے مستعار منگوایا اور سب کی نقل کچھ اپنے ہاتھ سے کی اور کچھ کاتب سے لکھوائی۔ نقل یہاں رکھی اصل جہاں سے آئی تھی بھجوائی)"25(

مذکورہ بالا مسودات بعد ازاں دستیاب ہوگئے تھے اس کی اطلاع بعد کے ایک مکتوب میں دیتی ہیں۔

> "باقی مکاتیب اب ارسال نہ کیجیے اپنے ہی پاس شوق سے رہنے دیجیے کہ کچھ مسودات ہاتھ آئے ہیں اور کچھ چوروں سے بھی منگوائے ہیں)"26(

ان مکاتیب میں سے ایک مکتوب میں دل چسپ حقیقت سامنے آئی کہ اس دور میں ایسے مشاعرے ہوا کرتے تھے جس میں صرف خواتین شعراء ہی اپنا کلام پڑھتی تھیں۔ اس مشاعرے میں میزبان نے چار خواتین کو دعوت سخن دی تھی لیکن سوائے مشتری بائی اور اس کی بہن زہرہ کے کوئی بھی حاضر نہ ہوئی۔ مشتری نے اس واقعے کی مکمل روداد مخصوص مرصع اسلوب میں اس طرح بیان کی ہے

> "ساون میں میر علی صاحب دراوغہ نے اپنے باغ میں جلسہ مشاعرہ کیا اسیر، عشق وغیرہما شعرا کی قدم hwج گ؛؛؛ی کے احسان کا بار سر و دوش پر لیا۔ علت غائی یہ تھی امیر و وزیر، مشتری و زہرہ کو طلب کیجیے اور علیٰ روس الاشہاد ایک بار چاروں کا امتحان لیجئے۔ اس روز ایک جگہ میرا مجرا تھا مگر امتحان کا مژدہ مسرت

افزا جب سنا مجرے کی کھچڑی کا روپیہ فوراً مسترد کیا زہرہ کی بدر قا ی قبول کر کے آزمائش گاہ کا راستہ لیا)"27(

اسی خط کی تحریر سے بعد از اں معلوم ہوا کہ اس مقابلے کا سن کر اسیر اور عشق دونوں بہنوں نے راہ فرار اختیار کی اور کان پور چلی گئیں۔ مشتری نہ صرف شاعر تھیں بلکہ فی البدیہہ شعر کہنے پر بھی انہیں ملکہ حاصل تھا۔ مذکورہ بالا مشاعرے کے حوالے سے ہی وہ اپنے مکتوب میں رقم طراز ہیں کہ کس طرح انہوں نے موقع پر ہی گیارہ شعر موزوں کر دیے۔ مشتری کی عمدہ خطاطی کا سراغ بھی ہمیں ان مکاتیب سے ملتا ہے۔

"میں نے علانیہ کہا کہ میں مجبور نہیں جو کچھ جانتی ہوں اس میں معذور نہیں۔ یہ سنتے ہی ایک صاحب نے مصرعہ ارشاد کیا۔ اس ہیچمدان نے بدیہہ دوسرا مصرعہ لگا دیا۔ گیارہ شعر اور بطور خود گڑھے آواز بلند سے بلا تامل و بے تکلف پڑھے دو چار فقرے نثر مرجز کے لکھے، کئی حرف نستعلیق قلم خفی و جلی سے لکھے ۔پروردگار عالم نے آبرو رکھ لی۔ دشمنوں کو رنج ہوا دوستوں کو خوشی)"28(

مشتری عام طوائفوں کے برعکس پڑھا لکھا خوب جانتی تھیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ مکاتیب انہوں نے خود تحریر کیے ہیں اور کبھی کسی کاتب سے مدد نہیں لی۔ جیسا کہ بیگمات اودھ کے ہاں با قاعدہ نامہ نویس مقرر ہوا کرتے تھے۔ اس کی داخلی شہادت کے لیے ایک مکتوب سے اقتباس دیکھیں

"انہی دنوں میں نامہ عزت افزا آیا ناطاقتی و کمزوری سے جواب نہ بھجوایا ہر چند عقل نے غیر سے لکھوانے کا حکم دیا لیکن غیرت حمیت نے قبول و منظور نہ کیا) " 29(

مشتری بائی کی شاعرانہ اور ناقدانہ صلاحیت و مہارت کا یہ ثبوت بھی ہے کہ نسآخ جیسا جید شاعر بھی اپنی تصنیفات کی تقریظیں اور قطعات تاریخ لکھوانے کے لیے مشتری بائی کو کہا کرتے تھے اس بات کا سراغ مشتری کے ایک خط سے ملتا ہے۔ مخصوص مقفی اسلوب میں لکھے ہوئے اس خط کا اقتباس دیکھیں۔

"جو مکتوب شیخ صاحب کے ذریعے بھیجا تھا وہ بھی پہنچا کلیات بلاغت آیات کے طبع ہونے سے نہایت مسرت ہوئی اور اس کے دیدار منفعت آثار کی حد سے زیادہ رغبت ہوئی تقریظیں اور تاریخیں کہنے کی فکر ہے، صبح شام، شب و روز بلکہ ہر لحظہ و لحہ اس کا ذکر ہے انشااللہ العزیز درستی کے بعد خدمت فیض درجت میں روانہ کروں گی، خون جگر لگانے کی داد ملازمان انصاف ترامان سے لوں گی)"30(

مشتری بائی کہ مذکورہ بالا نایاب خطوط موضوعات کے لحاظ سے اس قدر متنوع نہیں ہیں کیونکہ ایک تو ان کی تعداد کم ہے دوسرے مکتوب الیہ بھی ایک ہی ہیں۔ مشتری بائی کے ان ہی مکاتیب سے یہ سراغ ملتا ہے کہ ان کے روابط لکھنؤ اور دوسرے علاقوں کے شعرا سے بھی تھے اور یقینی طور پر ان سے بھی مراسلت رہی ہو گی۔ لکھنؤ کے لب ولہجے کی اس مکتوب نگار کے اگر دوسرے خطوط بھی میسر آ سکیں تو خواتین کے مکتوباتی ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہو گا۔

حوالہ جات

1۔ رضا علی وحشت، ایک مشہور طوائف کے خطوط، مشمولہ: ماہنامہ جادوڈھاکہ، جلد1، شمارہ9، ستمبر1923، ص: 11 تا12

2۔ ثمینہ فاروقی: مرتب، تذکرہ شاعرات لکھنو(جلد اول)، لکھنؤ: نیو ورک لائن آفسٹ پریس، 2009، ص:264

3۔ عبدالباری آسی، مولانا، تذکرۃ الخواتین، لکھنؤ، مطبع منشی نول کشور، س ن، ص: 150

4۔ ثمینہ فاروقی: مرتب، تذکرہ شاعرات لکھنو(جلد اول)، ص:266

5۔ حکیم فصیح الدین رنج، بہارستان ناز: تذکرہ شاعرات، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع اول مارچ1965، ص204

6۔ علی عرفان نقوی، ڈاکٹر، عبدالغفور نساخ: "بنگال کا ایک کثیر الجہات اور جامع الکمالات فنکار"، مشمولہ: سہ ماہی اردو ریسرچ جرنل (آن لائن)، شمارہ29، جنوری تا مارچ2022، ص:77

7۔ رضا علی وحشت، ایک مشہور طوائف کے خطوط، مشمولہ: ماہنامہ جادوڈھاکہ، ص:12 تا13

8۔ آفتاب احمد آفاقی، ڈاکٹر، کلاسیکی نثر کے اسالیب، دہلی: کتابی دنیا گلی نواب مرزا، فروری2010، ص: 27

9۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادوڈھاکہ، جلد2، شمارہ2، فروری1924، ص:26

10۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادوڈھاکہ، جلد2، شمارہ3، مارچ1924، ص:24

11۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادوڈھاکہ، جلد2، شمارہ6، جون1924، ص:21 تا22

12۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادوڈھاکہ، جلد3، شمارہ6، جون1925، ص: 24

13۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادوڈھاکہ، جلد1، شمارہ12، دسمبر1923، ص:16

384۔ ایضاً، ص: 18

14۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادوڈھاکہ، جلد2، شمارہ5، مئی1924، ص:20

15۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادو ڈھاکہ، جلد2، شمارہ7، جولائی1924، ص:25

16۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادو ڈھاکہ، جلد2، شمارہ8، اگست1924، ص:21 تا22

17۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادو ڈھاکہ، جلد1، شمارہ12، دسمبر1923، ص:16

18۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادو ڈھاکہ، جلد2، شمارہ2، ص:25

19۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادو ڈھاکہ، جلد2، شمارہ5، ص:18

20۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادو ڈھاکہ، جلد3، شمارہ9، ستمبر1925، ص:22

21۔ میر تقی میر، کلیات میر: جلد اول، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو، تیسری طباعت2013، ص:332

22۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادو ڈھاکہ، جلد2، شمارہ5، ص:19

23۔ محمد صدر الحق، ڈاکٹر، نساخ (حیات و تصانیف)، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، 1977، ص: 58

۔ثمینہ فاروقی: مرتب، تذکرہ شاعرات لکھنو (جلد اول)، ص:24264

25۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادو ڈھاکہ، جلد2، شمارہ5، ص:20

26۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادو ڈھاکہ، جلد2، شمارہ7، ص:25

27۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادو ڈھاکہ، جلد1، شمارہ12، ص:18

28۔ ایضاً، ص: 18

29۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادو ڈھاکہ، جلد2، شمارہ6، ص:22

30۔ مشتری بائی کے خط نساخ کے نام، مشمولہ: ماہنامہ جادو ڈھاکہ، جلد2، شمارہ7، ص:25